حُبّ وہوس میں چاہیے کچھ فرق وامتیاز

عشقِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ جائے حبِّ نبی کی لفظی ترکیب انسب ہے

پروفیسر محمد اقبال جاوید

Abstract

The word "Hub" for "Love" is so much lovely and beloved to Allah (S.W.T.), that in the Noble Quran for love and affection, all words came from the same root.

The real love for the Prophet Muhammad (peace be upon him) is hidden in to follow the footsteps and the sunnah of the Prophet Muhammad (peace be upon him).Only by following his foot steps we can claim that we love the Prophet Muhammad (peace be upon him) and we can get the nearness of Allah (S.W.T.).

In the past writers emphasized not to use the singular tense for the Prophet Muhammad (peace be upon him), and even not to call the name of "Madinah" the city of the Messenger of Allah "Yathrib". But the common people did not heed on it.In the same way the writer of this research article emphasized to use only the word "Hub" for the love of the prophet Muhammad (peace be upon him)

''حبّ'' کا لفظ اللہ تعالیٰ کو اس قدر محبوب ہے کہ قرآن پاک میں قلبی تعلق کے لئے جتنے بھی الفاظ آئے ہیں وہ اسی سے مشتق ہیں۔ چند مثالیں دیکھئے:

زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوَاتِ مِنَ النِّسَآءِ وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِO (۱)

لوگوں کے لیے مرغوب چیزوں کی محبت مزین کردی گئی، (مثلاً) عورتیں، اولاد، سونے اور چاندی کے جمع کئے ہوئے ڈھیر، نشان زدہ گھوڑے، مویشی اور کھیت، یہ سب دنیاوی زندگی کا سامان ہے، اور اچھا ٹھکانہ تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

دنیاوی ترغیبات میں خواتین ہیں، بیٹے ہیں، سونے چاندی کے خزانے ہیں، گھوڑے، چوپائے اور کھیتیاں ہیں۔ ان مرغوب چیزوں سے قلبی لگاؤ ناپسندیدہ نہیں بہ شرطے کہ وہ شریعت کے دائرے میں رہے، یہ سامان زندگی بہ ہر نوع فانی ہے۔ اور بہترین ٹھکانا تو اُخروی سکون وراحت ہے، اس دنیاوی رغبت کو واضح کرنے کے لئے قرآن پاک نے لفظ ''حُبّ'' ہی کا انتخاب کیا۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّتَّخِذُ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اَنۡدَادًا يُّحِبُّوۡنَهُمۡ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَالَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (۲)

جو مصیبت کے وقت کہتے ہیں کہ ہم تو اللہ ہی کے ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں۔

وہ لوگ جو غیر اللہ کو قبلۂ حاجات بنا کر ان سے اللہ تعالیٰ ایسی محبت کرتے ہیں، انہیں سرزنش کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا کہ مومن وہ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ سے شدید ترین محبت کرتے ہیں اس محبت کی شدت اور حدت کے مقابلے میں ہر محبت ہیچ ہے، اس مقام پر بھی اللہ تعالیٰ نے لفظ ''حُبًّا'' کو پسند فرمایا۔

كَلَّا بَلۡ لَّا تُكۡرِمُوۡنَ الۡيَتِيۡمَ○ وَلَا تَحٰٓضُّوۡنَ عَلٰى طَعَامِ الۡمِسۡكِيۡنِ○ وَتَاۡكُلُوۡنَ التُّرَاثَ اَكۡلًا لَّمًّا○ وَّتُحِبُّوۡنَ الۡمَالَ حُبًّا جَمًّا○ (۳)

ہرگز ایسا نہیں بلکہ تم یتیم کی قدر نہیں کرتے۔ اور نہ تم مسکین کو کھلانے کی ایک دوسرے کو ترغیب دیتے ہو۔ اور میراث کا مال سمیٹ کر کھا جاتے ہو۔ اور مال سے بہت محبت رکھتے ہو۔

وہ جو مسکینوں اور یتیموں کا خیال نہیں رکھتے، جو مال و دولت جمع کرنے میں مگن رہتے ہیں۔ خواہ وہ دولت کیسے ہی ملے۔ یہاں تک وہ مردوں کی میراث بھی کھا جاتے ہیں، مال و دولت سے ان کی اس چاہت کو بھی اللہ تعالیٰ نے لفظ ''حُبًّا'' سے واضح فرمایا۔

قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ (۴)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری پیروی کرو (اس کے نتیجے میں) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا۔

اس آیت میں آنے والے دو افعال کی اصل لفظ ''حُبّ'' ہی ہے، کہ اگر تم محبت کرتے ہو اللہ تعالیٰ سے تو میری پیروی کرو، اللہ تعالیٰ تم سے محبت فرمائے گا۔ اور تمہارے گناہوں کو معاف فرمائے گا۔ اللہ تعالیٰ غفور و رحیم ہے۔

وَاِنَّهٗ لِحُبِّ الْخَيْرِ لَشَدِيْدٌ (۵)

یقیناً وہ مال کی محبت میں بڑا سخت ہے۔

وہ جو دنیاوی مال و دولت کی چکا چوند میں اس قدر اندھے ہو جاتے ہیں کہ وہ آخرت کی حقیقتوں سے بے پرواہ ہو جاتے ہیں، ان کی اس مالی گم گشتی کے لئے بھی قرآن نے ''حُبّ'' ہی کا لفظ استعمال فرمایا۔

اِذْ عُرِضَ عَلَيْهِ بِالْعَشِيِّ الصّٰفِنٰتُ الْجِيَادُ ۝ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ ۝ (۶)

جب ان کے سامنے شام کے وقت نہایت تیز رو اور عمدہ گھوڑے پیش کئے گئے۔ تو کہنے لگے کہ (افسوس) میں نے مال کی محبت کو یادِ الٰہی سے عزیز سمجھا، یہاں تک کہ آفتاب غروب ہو گیا۔

حضرت سلیمانؑ جہاد کے لئے پالے ہوئے تیز رفتار گھوڑوں کے معائنے میں اس قدر مگن ہو گئے کہ ان کی نماز عصر فوت ہو گئی، جس پر انہیں تاسف ہوا، اللہ تعالیٰ نے ان کی اس وارفتگی کو بھی ''اَحْبَبْتُ'' سے تعبیر فرمایا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا (۷)

اور شہر میں عورتیں کہنے لگیں کہ عزیز کی بیوی اپنے غلام (یوسف) کو اپنی خواہش نفس کی طرف مائل کرنا چاہتی ہے، اس کا دل اس کی محبت میں فریفتہ ہو گیا ہے۔

جب محبت، خوش بو کے مانند پھیلی اور زنان مصر میں چرچا ہوا کہ عزیز مصر کی بیوی حضرت یوسفؑ کو دل دے بیٹھی ہے تو نص قرآنی نے اس فریفتگی کو بھی لفظ ''حُبّا'' سے واضح فرمایا۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ ۨ اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ

وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ط وَاللّٰهُ لَا يَهْدِ الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ○ (۸)

آپ کہہ دیجئے کہ اگر تمہارے باپ اور تمہارے بیٹے اور تمہارے بھائی اور تمہاری بیویاں اور تمہارا کنبہ اور وہ مال جو تم نے کمائے ہیں اور وہ تجارت جس کے مندا ہونے سے تم ڈرتے ہو اور وہ گھر جس کو تم پسند کرتے ہو، تمہیں اللہ اور اس کے رسول سے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ محبوب ہوں تو تم انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اپنا حکم بھیج دے۔ اور اللہ فاسق قوم کو ہدایت نہیں دیتا۔

اہل وعیال، مال ومنال اور مساکن، اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جہاد سے زیادہ عزیز ہیں تو یہ ''فسق'' ہے قرآن پاک نے یہاں بھی قلوبِ انسانی کے طبعی لگاؤ کے لئے ''اَحَبَّ'' کا لفظ استعمال کیا۔

اللہ تعالیٰ ہی کو نہیں، نبیٔ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی لفظ ''حُبّ'' سے انتہائی محبت رہی ہے، چند مثالیں دیکھیے:

اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ (۹)

یہ واضح کرنے کے لئے کہ ہر شخص کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا جس کے ساتھ اس کا قلبی میلان ہے۔ درج بالا حدیث پاک میں بھی ''اَحَبَّ'' ہی کا لفظ آیا ہے۔

لَا يُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَّالِدِهٖ وَوَلَدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ (۱۰)

اس حدیث پاک میں بھی ''اَحَبّ'' ہی کے لفظ کو پسندیدگی کا شرف ملا ہے۔ مفہوم ہے کہ کوئی شخص تم میں سے مومن نہیں ہو سکتا جب تک اسے ماں باپ، اولاد اور باقی سب اشخاص سے بڑھ کر مجھ سے محبت نہ ہو۔

لَاتَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى تُؤْمِنُوْا وَلَاتُؤْمِنُوْا حَتّٰى تَحَابُّوْا اَلَا اَدُلُّكُمْ عَلٰى شَيْءٍ اِذَافَعَلْتُمُوْهُ تَحَابَبْتُمْ اَفْشُوْالسَّلَامَ بَيْنَكُمْ (۱۱)

تم جنت میں نہیں جاؤ گے یہاں تک کہ ایمان لاؤ اور تم مومن نہیں ہو سکتے یہاں تک کہ تم ایک دوسرے سے محبت کرو، کیا تمہیں ایسی چیز نہ بتلاؤں کہ جب اسے اختیار کرو گے تو آپس میں محبت کرنے لگو گے (وہ یہ ہے کہ) تم آپس میں سلام کو پھیلاؤ۔

یہاں بھی ''تَحَابُّوْا'' لفظ حب سے مشتق ہے۔

اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللّٰہِ، وَاَحِبُّوْا اَھْلَ بَیْتِیْ لِحُبِّیْ (۱۲)

اللہ کی محبت کی بنا پر مجھ سے محبت کرو اور میری محبت کی بنا پر میرے اہل بیت سے محبت کرو۔

ھٰذَانِ اَبْنَایْ، وابناابنتی اللّٰھم انی احبھا فاحبھما واحب من یحبھما (۱۳)

اس حدیث پاک میں کتنے ہی لفظ ہیں جن کی اصل ''حب'' ہے۔حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ:

حسنؓ اور حسینؓ میرے بیٹے ہیں، میری بیٹی کے بیٹے ہیں، اے اللہ میں ان سے محبت رکھتا ہوں، تو بھی ان کو اپنا محبوب بنالے اور جو ان سے محبت کرے تو بھی اس سے محبت کر۔

محبت: ہماری اردو دنیا کا یہ لفظ عرب سے آیا ہے، لیکن محبت کو محبت کیوں کہا گیا؟ جس طرح اس جذبے کی حکایت طولانی ہے، اسی طرح لفظ کی تشریح بھی طولانی ہے۔لغتِ عرب کا محرم بتاتا ہے کہ ''محبۃ'' کا استعمال اس معنی میں اس لئے ہوا کہ لفظ کی اصل حَبَبْ ہے جس کے معنی ہیں، صاف، شفاف، دانتوں کی چمک کو عربی میں کہتے ہیں ''حَبَبُ الْاَسْنَانُ'' جذبۂ محبت بھی سراسر پاک، صاف اور شفاف ہوتا ہے، اس لئے یہ لفظ اس کے اظہار کے لئے نہایت مناسب ہے۔یا اصل حبَب ہے، حباب تیز بارش میں پانی کی سطح پر آجانے والے بلبلوں کو کہتے ہیں، محبت میں بھی محبّ کا دل محبوب کے لئے جوش کھاتا ہے۔یا ثبات ولزوم کے معنی پیش نظر رکھے گئے ہیں کہ جب اونٹ بیٹھ جاتا ہے، اور اٹھنے کا نام نہیں لیتا تو کہتے ہیں ''احب البعیر'' گویا محبّ کا دل بھی محبوب کا پابند ہوجاتا ہے اور اس سے الگ نہیں ہوسکتا، اس لئے اس جذبے کو محبت کہا گیا ہے، یا وجہِ استعمال بے چینی واضطراب ہے۔عربی میں کان کی بالی کو ''حِبّ'' کہتے ہیں کہ وہ مسلسل ہلتی رہتی ہے، یا یہ وجہ ہے کہ یہ جذبہ روح کا خلاصہ وجوہر ہے ایسی صورت میں اصل ''حَب'' ہوگی جس کے معنی ہیں کسی نبات کا خلاصہ اور جڑ۔یا اصل ''حب'' ہے اور حب ایسا وسیع ظرف ہے جس میں کوئی چیز اس طرح بھردی جائے کہ پھر اس میں مطلق گنجائش باقی نہ رہے، انسان کا وسیع دل بھی جب محبت سے بھرتا ہے تو کسی اور چیز کے لئے اس میں کوئی جگہ نہیں ہوتی اور یا پھر اسی اصل کے ایک دوسرے معنی کا لحاظ رکھا گیا ہے۔''حب'' اس چوکی کو بھی کہتے ہیں جس پر گھڑا رکھا جاتا ہے، چوں کہ محبّ کا دل بھی محبت کا بوجھ سنبھالتا ہے اس لئے یہ لفظ اس معنی میں منتقل ہوا۔اور یا مناسبت ''حبُّ القلب'' سے ہے یعنی دل کے اندر کا مغز اور محبت بھی دل کی گہرائیوں میں پہنچ جاتی ہے:

محبت میں ایک ایسا وقت بھی آتا ہے انساں پر
ستاروں کی دمک سے چوٹ پڑتی ہے رگِ جاں پر

الغرض محبت دلِ یزداں سے نکلی ہوئی ایک تجلی کا نام ہے یہ تجلی جب انسان کے قلب پر پڑتی ہے تو اسے اپنی فطرت میں ڈھال لیتی ہے، نور ظلمت سے ہم آغوش ہونے کے بعد اسے اپنی طلعتیں عطا کرتا اور اپنی تابانیاں بخشتا ہے۔ برقِ محبت کسی وادی اور صحرا میں کوند کر ختم بھی ہو جائے تو اس کے آثار و نقوش کو زمانے کی گردشیں اور لیل و نہار کے تغیرات نہیں مٹا سکتے، فانی کا اثر فانی ہوتا ہے، اور باقی جو اثر چھوڑتا ہے، اسے ثبات و دوام حاصل ہو جاتا ہے۔

جب کہ ''عشق'' عربی لفظ تو ہے مگر رغبت، چاہت اور پسندیدگی کے لئے یہ لفظ نہ اللہ تعالیٰ کو پسند ہے نہ اللہ تعالیٰ کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو، بنابریں ''عاشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' کی جگہ ''محبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم'' اور عشقِ رسول'' صلی اللہ علیہ وسلم کے بہ جائے حُبِّ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا استعمال بہ شہرِ اعتبار، معتبر ہے۔ نثر ہو یا نظم ہو یا تقریر۔

کیوں کہ قاموس کے مطابق جنون کی بہت سی اقسام ہیں، عشق بھی جنون کی ایک قسم ہے، اس مرض کو انسان اپنے نفس پر بعض صورتوں یا خصلتوں کے اچھا سمجھ لینے سے خود وارد کرلیا کرتا ہے۔

علامہ سمرقندیؒ کا قول ہے:

مالیخولیا (پاگل پن) کی قسموں کے قریب قریب عشق بھی ہے۔ عشق ایک وسواسی مرض ہے۔

ارسطو کا قول ہے:

عشق دراصل معشوق کے عیوب معلوم کرنے سے آنکھوں کا اندھا ہو جانا ہے۔

غیاث اللغات کے مطابق:

نزد بعض الحیاء مرضی است از قسم جنوں کہ از دیدنِ صورت حسین پیدا می شود۔ وعبدالرزاق شارح ظہوری از شرح اسباب وفتوحات الحکم نقل کردہ است کہ عشق ماخوذ از ''عشقہ'' وآں نباتی است کہ آن را لبلاب گویند چوں بر درختے بہ پیچد آن را خشک کند ہمیں حالت عشق است، بر ہر دلے کہ طاری شود صاحبش را خشک و زرد کند۔

مولانا محمد عظیم حاصل پوری نے اپنی کتاب ''میں محبت کس سے کروں؟'' میں یہ عربی شعر بھی لکھا ہے:

فذ العشق ماخوذ من العشق الذی

اذا التفت بالقضبان جفف رطبها

گویا یہ لفظ عشق اس عشق پیچہ (آکاس بیل) سے مناسبت رکھتا ہے جو تر شاخوں کو خشک کر دیتا ہے، اسی طرح یہ مرض عشق بھی عاشق کے قلب پر لپٹ جاتا ہے حتی کہ اسے اپنے معشوق کے علاوہ دوسری چیزوں کی طرف نظر کرنے سے اندھا کر دیتا ہے۔ یہ مرض جس انسان کو لگ جاتا ہے اس کو خشک کر دیتا ہے اور حیات وزندگی کی رونق زائل کر دیتا ہے۔ گویا:

عشق نے غالب نکما کردیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

عشق کے مقابلے میں محبت ایک ایسا جامع لفظ ہے کہ اس میں قلب ونظر کی بہترین چاہتوں کی جملہ وسعتیں سمٹی ہوئی ہیں۔ اس لفظ میں تقدس اور پاکیزگی ہے اور دور دور تک ہوا وہوس کو کوئی شائبہ بھی نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے قلبی لگاؤ کے ضمن میں اسی لفظ کو پسند فرمایا، کیوں کہ جامعیت کے اعتبار سے کوئی اور لفظ نہ اس کا مترادف ہے نہ مرادف، نہ مقابل، نہ متقابل:

کہا میں نے محبت کیا ہے؟ اے دل!
کہا دل نے ''محبت کیا نہیں ہے؟''

محبت ایک ایسا آسمانی تحفہ ہے جو زیرِ آسمان انسان کو عطا کیا گیا، محبوب کی رضا کو اپنی رضا بنا لینے کا نام محبت ہے۔ محبت آزمائشوں کے نرغے میں نکھرتی ہے، اس کی ساری رعنائی، اس کی سچائی میں مضمر ہے۔ یہ یقین کی معراج ہے۔ شاعرِ مشرقؒ نے اسے فاتحِ عالم کہا ہے اور اسے ایک ایسا جذبہ قرار دیا ہے جس سے بیمار قومیں شفا پاتیں اور بختِ خفتہ بیدار ہوتا ہے، حق تو یہ ہے کہ اسی سے نگاہوں کو تابندگی اور دلوں کو زندگی ملتی ہے، جذبات واحساسات کا تقدس، محبت ہی کے گرد گھومتا ہے۔ جذبہ اس تقدس سے محروم ہو جائے تو انسانیت پر حیوانیت غالب آجاتی ہے۔ یہ روحانی زندگی کی وہ پائندگی ہے جسے قبر کی گہرائی بھی افسردہ نہیں کر سکتی:

لحد میں بھی یہی غیب وحضور رہتا ہے
اگر ہو زندہ تو دل ناصبور رہتا ہے
فرشتہ موت کا چھوتا ہے گو بدن تیرا
ترے وجود کے مرکز سے دور رہتا ہے

محبت موت سے بکھرتی نہیں بل کہ نکھرتی ہے کہ محبت کا راز موت کے راز سے کہیں عظیم تر ہے، محبت

کی حقیقی ترجمانی کا حق الفاظ نہیں بل کہ آنسو بیان کیا کرتے ہیں:

اب دل کے فسانے کو بیان کرتے ہیں آنسو
اب ہم سے ترے غم کی حفاظت نہیں ہوتی

لفظ بے کیف ہو سکتے ہیں۔ وہ ابہام ایہام سے بات کو الجھا سکتے ہیں مگر آنسوؤں کا اظہار ہمیشہ جامعیت کے حسن کا حامل رہا ہے کہ وہ منافقت کے ساتھ پلکوں پر لرز ہی نہیں سکتے، یہ ایک فطری امر ہے کہ دل میں درد پیدا ہوگا تو وہ درد آنسو بنے گا، غم کی گھٹا امڈے گی نہیں تو رہے گی کیسے؟ آنسو، رک جائے تو انگارا ہے، بہہ جائے تو دریا ہے:

یہ پانی ہے مگر مژگاں کی شاخوں پر سلگتا ہے
یہ موتی ہے مگر دامانِ دریا میں نہیں رہتا

جس طرح ایک دانے کو اگنے، پھلنے اور پھولنے کے لئے زرخیز زمین کی ضرورت ہے، اسی طرح جذبۂ محبت کو ابھرنے، سنورنے اور نکھرنے کے لئے ایک پُرخلوص دل چاہئے، ایک ایسا دل جس میں دوئی کا کوئی سا نقش بھی نہ ہو، بیج کو پانی کی ضرورت ہے اور محبت کو آنسو تازہ تر رکھتے ہیں۔ بیج کا مقام زمین کی گہرائیوں میں ہوتا ہے، جب کہ محبت بھی اعماق قلب میں جا گزیں ہوتی ہے۔ بیج پودا بنتا ہے، پودے کو آبیاری اور شادابی کے بعد پھلنے کے لئے حرارت کی ضرورت ہے اور محبت بھی سوزِ دل ہی سے سازِ رگِ جاں بنتی ہے۔ بیج مٹی میں چھپتا ہے مگر اظہار کے لئے بے چین رہتا ہے۔ اسی طور محبت بے قرار رہتی ہے کہ وہ اپنی صداقت کو اپنے عمل سے ثابت کرے۔ وہ وقت آنے پر آگ میں کودنے، گردن کٹانے، پتھر کھانے، مچھلی کے پیٹ کی تاریکیوں میں رہنے، آرے سے دو نیم ہونے اور دار و رسن کا مضحکہ اڑانے کے لئے بھی تیار رہتی ہے۔ گویا محبت ہی شوق کو ایثار کی عظمتیں عطا کرتی ہے۔ محبت،، ہوا و ہوس سے کلیتاً بے نیاز ہوتی ہے۔ وہ سچی بھی ہوتی ہے اور سُچی بھی۔ وہ ہر آن رفعتوں کی طرف لپکتی ہے، وہ ایک ایسی کیفیت ہے جس کا کیف سنگینیٔ گردشِ ایام اور رفعت عقدِ ثریا پر خندہ زن رہتا ہے:

محبت کے گلوں کو کھل کے مرجانا نہیں آتا
انہیں جورِ خزاں کا کوئی افسانہ نہیں آتا

محبت کے مقابلے میں عشق کا استعمال اور یہ سمجھنا کہ عشق، محبت کی معراج ہے، ایک لغوی لاعلمی اور فکری مغالطہ ہے۔ محبت کی معراج عشق نہیں خُلّۃ ہے، جب محبت محبّ کے دل کی دھڑکنوں اور روح کی

لرزشوں میں سما جائے تو اسے خُلّۃ کہتے ہیں۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ اپنے پیغمبروں کو اپنی انتہائی چاہت یعنی خلۃ سے نوازتے ہیں، ابراھیمؑ خلیل اللہ ہیں، اور فرمانِ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم ہے:

بے شک اللہ نے مجھے اپنا خلیل بنالیا ہے جس طرح اللہ تعالیٰ نے ابراھیمؑ کو اپنا خلیل بنایا تھا۔

یاد رہے کہ عشق، شہوت اور ہوس کے گرد دیوانہ وار گھومنے والا ایک بازاری لفظ ہے۔ غالب نے اسے دماغ کا خلل قرار دیا تھا، محبت کی انتہاء کے اظہار کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں اَشَدُّ حُبًا کی ترکیب استعمال فرمائی، اگر عشق کوئی قابل قدر لفظ ہوتا تو اللہ پاک اسے استعمال فرماتے۔ یہ لفظ نہ قرآن پاک میں ہے اور نہ احادیث میں، یہ ایرانی شاعری سے اردو میں آیا اور اردو بولنے والوں نے اسے محبت کا اعلیٰ ترین درجہ سمجھ کر اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے تحاشا استعمال کرنا شروع کردیا، جب کہ محبت ایک روحانی جذبہ ہے، ایک نور ہے اور یہ نور روح میں تب بھی جلوہ گر تھا، جب ابھی وہ جسم انسانی میں داخل نہیں ہوئی تھی۔

دوسری طرف عشق ایک مرض ہے جو ہوا و ہوس کے جلو میں پروان چڑھتا ہے۔ محبوب بہر نوع اور بہر کیف محبوب ہے خواہ کوئی محبّ ہو یا نہ ہو، جب کہ عاشق کے بغیر معشوق کا کوئی تصور بھی نہیں ہے:

بخشا ہے تم کو حُسن ہماری نگاہ نے
ہم لے کے آئے ہیں تمھیں حد غرور تک

عشق صرف معشوق تک محدود ہے، جب کہ محبت کا دائرہ ویسے ہی وسیع ہے جیسے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رافت پوری کائنات کو محیط ہے۔ محبّ، پوری کائنات کو دل و نگاہ کی بہترین چاہتوں کے ساتھ دیکھتا اور ہر ایک کے لئے سکون و طمانیت اور عفو و عافیت کا آرزومند رہتا ہے۔ اور عشق صرف نفسانی تسکین کا طلبگار ہوتا ہے۔ ہم اپنی ماں، بہن اور بیٹی کے لئے عشق اور عاشق کا لفظ ایک لمحے کے لئے بھی گوارا نہیں کرتے بل کہ سنتے ہی ہمارے رگ و پے میں غیرت کی بجلیاں کوندنے لگ جاتی ہیں۔ نہیں معلوم کیوں؟ یہ بازاری لفظ ہم اللہ پاک اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بے دریغ استعمال کرتے چلے جاتے ہیں۔ اور سمجھتے ہیں کہ یہ لفظ محبت کا نقطۂ کمال ہے۔ ماں، بہن اور بیٹی کے ساتھ محبت ہوتی ہے عشق نہیں، رہ گئی اہلیہ کی بات، وہاں بھی عشق کی ہوسنا کی کا کوئی گزر نہیں، محبت ہی ہے جو

ازدواجی زندگی کو سکون وراحت عطا کرتی ہے۔قرآن پاک کے مطابق سکون، موّدت اور رحمت کے بغیر خانگی زندگی میں اطمینان اور خوش حالی نہیں آتی ،موَدّۃ کا لفظ محبت کے معنوں میں ہے،''الودود'' اللہ پاک کی صفت ہے یعنی بہت زیادہ محبت کرنے والا ،محبت ہی وہ صفت جو سکون اور رحمت کو آواز دیتی ہے۔جب کہ رحمت کا جذبہ، خودغرضانہ محبت کو فیاضانہ محبت کی شکل دے دیتا ہے، ایک خودغرض محبت کرنے والا صرف اپنی ہی ہستی کو اپنے سامنے رکھتا ہے لیکن رحیمانہ محبت کرنے والا اپنی ہستی کو بھول جاتا ہے اور دوسرے کی ہستی کو مقدم رکھتا ہے:

رکھتے ہیں جو اوروں کے لئے پیار کا جذبہ
وہ لوگ کبھی ٹوٹ کے بکھرا نہیں کرتے

عشق صرف جسم اور صورت کا پرستار ہے جب کہ محبت، حسن صورت سے کہیں زیادہ حسن سیرت سے متاثر ہوتی اور متاثر رہتی ہے، زوال آمادہ اور فنا پذیر اجسام واشیاء سے لگاؤ ہمیشہ عارضی نوعیت کا ہوا کرتا ہے، جب کہ دل ایک پھول ہے، اور محبت اس پھول کی خوش بو، پھول مرجھا جاتا ہے مگر اس کی خوش بو کہیں مستقل نوعیت کی ہوتی ہے۔خوش بو کا سفر جاری رہا کرتا ہے۔انسان منوں مٹی کے نیچے اترتے ہیں مگر ان کا حسن کردار، ان کی قبروں کو بھی زندہ رکھتا ہے:

ان کو گئے تو ایک زمانہ ہوا مگر
خوش بو ہے آج بھی مرے قرب وجوار میں

اللہ تعالیٰ ہی محبت کا مرکز ومحور ہیں۔وہیں سے محبت کی خوش بو، انسانی دلوں کو عطا ہوتی ہے۔اللہ تعالیٰ تو ماں سے کہیں زیادہ رحیم ہیں۔ماں باپ کی اولاد کے لئے ،دوستوں کی دوستوں کے لئے محبت، بہنوں اور بھائیوں کی باہمی الفت اور زوجین کی موّدت وسکینت ، اللہ تعالیٰ ہی کی عطا ہے۔مگر یہ تمام تعلقات اپنے اپنے وقت پر ختم ہونے والے ہیں، فانی کی فانی سے محبت، طبعی اور فطری تو ہے مگر غیر قانونی نہیں، اسلام نے اس فانی جذبے کو ابدیت عطا کی کہ جب رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک پیش نظر ہو تو ذات اور کائنات کی ساری محبتیں فروتر ہوجائیں اور یہ ایک محبت بہر طور برتر نظر آئے، زبان سے بھی اور عمل سے بھی، تب یہ محبت ایمان کے سانچے میں ڈھل کر غیر فانی ہوجائے گی، یہ بھی یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ سے محبت کا تقاضا اپنے اندر شدت کی انتہائی کیفیت لئے ہوئے ہے، حقیقت یہ ہے کہ پہاڑوں کی سنگینی موم ہوسکتی ہے مگر مومن کے دل سے اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کی شدت کم نہیں

ہوسکتی کیوں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات بھی لازوال ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت بھی دائمی، اس لئے ان کی محبت بھی غیر فانی ہے اور وقت پڑنے پر یہ محبت، جان کو ایک ادنیٰ نذرانہ سمجھ کر محبوب کے قدموں پر نچھاور کر دیا کرتی ہے:

سر بیچ کر متاعِ دل وجاں خریدنا
سودا ہے وہ کہ جس میں خسارہ کوئی نہیں

اللہ اور اس کے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والے، جس کسی سے بھی محبت کرتے ہیں اللہ ہی کے لئے اور جس کسی سے نفرت کرتے ہیں، وہ بھی اللہ ہی کے لئے کہ:

ہر راہ پہنچتی ہے تری چاہ کے در تک

اللہ تعالیٰ کی محبت ثمر آور تب ہوسکتی ہے جب اللہ تعالیٰ کے پیغمبر آخریں صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جان، مال اور اولاد سے بھی بڑھ کر ہو۔ اس محبت کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ خود بندہ خالق کا محبوب بن جاتا ہے۔ یہی دل کی زندگی ہے اور اسی زندگی کی تابندگی کو ایمان کہتے ہیں۔ یہ محبت طبعی بھی ہے اور اختیاری بھی کہ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہر مسلمان کے لئے والد کی جگہ ہیں، روحانی اعتبار سے تب، جب انسان سوچتا ہے کہ یہ محبت، دنیا اور آخرت ہر دو کی کام یابی کا باعث ہے، اس محبت کے لئے لازم ہے کہ زندگی کے ہر مرحلے میں اسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پیش نظر رہے، اطاعت کے بغیر محبت بے معنی ہے۔ نصِ قرآنی کے مطابق مطیع رسول پاک ہی محبوب ربانی ہوتا ہے، نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے صرف خراج عقیدت نہیں بل کہ خراج اطاعت لینے کے لئے تشریف لائے تھے۔

پہلے لکھا جا چکا ہے کہ عشق کا لفظ ''عشقہ'' سے ملتا جلتا ہے، جس طرح عشق پیچہ کی بیل جس درخت سے چمٹ جائے اسے خشک کر دیتی ہے، بعینہٖ عشق کا مرض جسے لاحق ہو جائے وہ جسمانی اور عقلی اعتبار سے ماؤف ہو کر رہ جاتا ہے، اکبر الٰہ آبادی نے اپنے انداز میں کہا ہے:

اللہ بچائے مرضِ عشق سے دل کو
سنتے ہیں کہ یہ عارضہ اچھا نہیں ہے

عاشق بے نور ہوتا ہے او محبّ، اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، عاشق ماؤف ہوتا ہے اور محبّ معمور، عاشق بے کار ہوتا ہے، اور محبّ مشغول، عاشق بھوکا ہوتا ہے اور محبّ لبریز، مومن کو نہ کوئی خوف ہوتا ہے نہ حزن، خوف مستقبل کے خدشوں سے ہوا کرتا ہے اور حزن ماضی کے بارے میں فضول کڑھنے کا نام ہے۔

ایک کا نام Anxiety ہے اور دوسرے کا Depression اور دور حاضر کا ہر ذہنی مرض انہی دو وجوہات کے گرد گھومتا ہے جب کہ اللہ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنے والا کسی نوع سے بھی ذہنی مریض نہیں ہوتا۔ دوسری طرف عشق بصری کج روی، فکری افسردگی اور قلبی بے بسی سے شروع ہوتا اور جسمانی پژمردگی پر ختم ہوتا ہے:

قہر ہے ، موت ہے ، قضا ہے عشق
سچ تو یہ ہے بُری بلا ہے عشق

عشق نفسانی پراگندگی کا نام ہے جب کہ محبت ، دل کی پاکیزگی کا ایک خوبصورت انداز ہے، محبّ نفسانی ترغیبات کا تابع نہیں ہوتا بل کہ اپنے دل کی جملہ دھڑکنوں ، روح کی جملہ لرزشوں اور ہونٹوں کی جملہ حکایتوں کو محبوب کی رضا کے تابع رکھتا ہے:

سلام اُن پہ ، تہہِ تیغ بھی جنہوں نے کہا
جو تیرا حکم ، جو تیری رضا، جو تو چاہے

عشق خواہشاتِ نفس کے سائے میں ابھرتا اور پروان چڑھتا ہے اور قرآن پاک نے واضح کر دیا :

وَاتَّبَعَ هَوٰهُ ج فَمَثَلُهُ كَمَثَلِ الْكَلْبِ (۱۴)

جس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اس کی مثال کتے کی طرح ہے۔

اور سچ یہ ہے کہ اپنی خواہشات کو خدا بنا لینے والے ہی، فی الواقع بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں جب کہ ایک محبّ کا راستہ بھی متعین ہے اور منزل بھی واضح کہ یہ عطائے ربانی ہے۔ یہ یقین سے نکھرتی اور شک سے بکھرتی ہے۔اسی کے فیض سے آگ گلزار بنتی ہے، محبت میں آزمائشیں اسی لئے آتی ہیں کہ ہر سفلہ محبت کا دعویٰ نہ کر سکے۔ محبت روحانی عظمت کے اظہار کا ایک ذریعہ ہے ۔ یہ زندگی کے تاریک بادلوں میں قوسِ قزح ہے ۔ یہ زندگی کی بے کیفیوں کو کیف عطا کرتی ہے ۔ یہ انسانیت کی رعنائی اور شرافت کی سچائی ہے ۔ محبت کا سکوت بھی تکلم بلیغ ہے اور اس کی آہ وفغاں بھی خوش نوائی ، یہ ایک تپش ناتمام ہے ۔ آنکھ میں آنسو، جگر میں داغ اور دل میں غم ان کیفیاتِ محبت کو لفظ بیان ہی نہیں کر سکتے کیوں کہ زبان دل کے لئے ہے اور نہ دل زبان کے لئے ۔ نظر میں کیسے پھول مہکتے ہیں اور سینے میں کیسے شمعیں فروزاں ہوتی ہیں، طاقتِ شرحِ بیاں نہیں کہ زبان بے نگہ ہے اور نگاہ بے زباں...... اقبال کہاں یاد آ گئے :

محبت کے شرر سے دل سراپا نور ہوتا ہے

ذرا سے بیج سے پیدا ریاض طور ہوتا ہے

اور ہم خوش نصیب ہیں کہ ہمیں محبت اس ذات والا صفات (صلی اللہ علیہ وسلم) سے ہے، جس سے خود خدا محبت کرتا ہے کہ:

اس دل کی آرزوئے محبت کو کیا کہوں

جس دل کو آرزوئے محبت ہے آپ سے

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم صانع ازل کا بہترین شاہ کار ہیں۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی وجہِ وجودِ کائنات ہیں

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، سرورِ دنیا و دیں، سید الاولین و آخرین اور حبیبِ رب العالمین ہیں۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، رُخِ جمال الٰہی کا آئینہ ہیں، حُسنِ روئے حیات بھی ہیں اور دلیلِ راہِ نجات بھی۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا سراپا، قرآن کی آیتوں میں ڈھلا ہوا ہے۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار، تمثیل بے مثال ہے۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، ازل انوار بھی ہیں اور ابد آثار بھی

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، چشمۂ صدق و صفا بھی ہیں اور منبع جود و سخا بھی۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، امام الانبیاء ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تصدیق کا عہد جملہ انبیاء سے لیا گیا۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے ''مقام محمود'' مخصوص و متخصص ہے۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنہ کے انوار سے مستنیر ہیں۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم، جمال، کمال اور نوال میں بے مثال ہیں، بہر نوع اجمل، اکمل اور احسن

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ ناز، عرش سے بھی نازک تر ہے کہ واں جنیدؒ و بایزیدؒ بھی نفس گم کردہ آتے ہیں۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر رفیع و عظیم ہے۔

O آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے مقابل ہر محبت ہیچ ہے کہ وہی محبت، وجہ تکمیل ایمان ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم محبوب رب العلمین ہیں، معشوق رب العلمین نہیں، اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ

علیہ وسلم کو اپنی محبوبیت اور خلت کے لئے چن لیا، چاہت کی انتہاء یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر لحظہ رب العلمین کی نگاہوں میں بستے ہیں، اللہ تعالیٰ نے جملہ انبیائے کرام کو ذاتی ناموں سے پکارا مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں، کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چادر کے حوالے سے یاد فرمایا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر سے لپٹی ہوئی تھی اور گاہے اس لحاف کو شرف بخشا جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو لپیٹ رکھا تھا۔ تفہیم مطالب کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ زندگی کی قسم کھائی گئی۔ وہ زندگی جس کی دیانت وصداقت کی خود کفار شہادت دیتے تھے۔ جس کے دامنِ عفت پر فرشتے نماز پڑھتے تھے۔ اور وہ چادر جس کا ایک ایک تار ہزاروں سعادتوں کا امین تھا۔ اور یہی نہیں، اُن گلی کوچوں کی بھی قسم کھائی گئی جو محبوب کی گزرگاہ تھے۔ اسی نسبت سے وہ بستی بھی محترم ٹھہری جسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رہائش کا شرف حاصل تھا کہ مکان اس لئے محبوب ہوتا ہے کہ وہ محبوب کا مکان رہ چکا ہوتا ہے، ورنہ مکان تو سبھی اینٹ پتھر ون ہی سے بنے ہوتے ہیں۔ کعبہ مکرمہ میں نصب وہ پتھر بھی اسی لئے بوسہ گاہِ عالم ٹھہرا کہ اس سے وہ مبارک لب مس کر چکے تھے جو کھلتے ہی صداقتوں کے لئے تھے۔ اور ہم گناہ گاروں کے لئے یہی فخر و ناز کافی ہے کہ حبیب رب العلمین سے محبت کرتے ہیں اور خوب سمجھتے ہیں کہ ان کی محبت دلوں اور روحوں کی غذا ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے، ان کی زندگی کا سرچشمہ ہے، جو اس سے محروم رہا اس کا شمار مردوں میں ہونا چاہئے، وہ ایک اجالا ہے جو اسے کھو بیٹھا ہے وہ جہالت کے اندھیروں میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ یہی وہ اکسیر ہے، جو اس سے محروم رہا اس کے دل پر بیماریوں کا ہجوم رہا۔

زمین کا وہ ٹکڑا جو آج جسم اطہر سے مس کر رہا ہے وہ فی الواقع فضیلت مآب ہے۔ اسی روضہ اقدس کی بنا پر زمین ارجمند، اور اسی گنبد اخضر کو بوسہ دے کر آسمان سربلند ہے۔ حافظ ابن قیمؒ کے الفاظ میں:

خدا کی قسم، روضہ اطہر کعبے سے افضل ہے، عرش اور حاملین عرش سے افضل، وہ جنت عدن سے افضل، وہ آسمانوں سے افضل، اس لئے کہ روضہ مبارک میں ایسا جسد اطہر ہے کہ اگر دونوں جہانوں کو ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور ان کا جسم مبارک دوسرے پلڑے میں تو ان کا جسم مبارک دونوں جہانوں سے زیادہ وزنی اور قیمتی رہے گا۔

مواجہہ شریف ہی نہیں، مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی آواز کی بلندی گوارا نہیں ہے کہ اس سے اعمال کا سارا حسن مٹی ہو جاتا ہے اور پتا بھی نہیں چلتا، ایسی بارگاہِ ناز میں لب کشائی اور خامہ فرسائی کی توفیق بارگاہِ الٰہی سے ارزانی ہوا کرتی ہے۔ بہتر یہی ہے کہ:

چہرہ زباں بنائیے، آنکھوں سے بولئے

کہیں انسب ہے:

سجودے می تواں بُردن ، درودے می تواں گفتن

اس سے بہتر حمد کیا ہے کہ سرِنیاز بحضورِ ناز جھکا ہے اور فریادوں کا جواب عرش سے آ تا رہے۔ اور اس سے بہتر نعت کون سی ہے کہ درود پاک دل کی دھڑکنوں میں بسا اور لبوں پر سجا رہے اور گنبدِ اخضر سے تعلق خاطر استوار رہے۔

مست الست شاعر ساغر صدیقی مقام رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی نزاکتوں سے کس قدر آگاہ تھا کہ اس نے اپنے مجموعہ نعت سبز گنبد کے آغاز میں صرف ان ہی سطور پر اکتفا کی۔

نعت میرے نزدیک تعریف رسالت صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ طریقہ ہے جس میں الفاظ زبان سے نہیں پلکوں سے ترتیب دیئے جاتے ہیں، منصورؒ و شمسؒ سے مجھ تک یہ نعت عظمیٰ کیسے پہنچی، چشم عقیدت کے لئے اس کا جواب سرمدؒ کے قطرۂ خوں اور شہبازؒ کا نعرۂ مستانہ ہی دے سکتے ہیں، میں نعت کہتے ہوئے اپنے جسم اور روح کو جہنم کے شعلوں سے ڈرا لیتا ہوں۔

جنیدؒ و بایزیدؒ ایسی ایک "نفس گم کردہ" حاضری پر، شوکتِ الفاظ سے معمور ہزاروں نعتیں قربان۔

لفظی چناؤ میں کس قدر احتیاط کی ضرورت ہے، خود اللہ تعالیٰ (کاں ذات پاک مرتبہ دانِ محمد ﷺ) نے تنبیہ فرمادی کہ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو کر رَاعِنا نہ کہا کرو بلکہ اُنظرنا کہا کرو۔

عربی میں تو راعنا کا مطلب، ہماری رعایت فرمائیے۔ مگر مدینہ کے بعض یہودی راعنا اپنی مذہبی زبان عبرانی کی رُو سے کہتے ہیں کہ وہاں یہ لفظ بد دعا کے معنوں میں مستعمل ہے۔ اور پھر وہ راعنا کے حرف عین کو ذرا کھینچ کر بولتے اور راعینا کہتے جس کا مطلب ہے "ہمارے چرواہے" یہود کے تتبع میں بعض مسلمانوں نے بھی دربار رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم میں خطاب کے طور پر راعنا کو استعمال کرنا شروع کردیا، یہودی خوش ہوئے کہ ان کی شرارت کو فروغ ملا۔ اللہ تعالیٰ نے فوری طور پر اس لفظ کی جگہ انظرنا کے استعمال کی تلقین فرمائی جس کا مطلب ہے "دیکھئے تو" گویا توجہ فرمائیے۔

معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کسی ایسے لفظ کو بھی پسند نہیں فرماتے جس میں کسی غلط مفہوم کا احتمال اور اشتباہ ہو، اللہ تعالیٰ کو صوتی اعتبار سے لفظ میں ہلکی سی تبدیلی بھی

گوارا نہیں، کوئی ایسا کلمہ بھی پسند نہیں جو توہین کا موہم ہو، چہ جائے کہ ملہمانہ فضیلتوں کے حامل لفظ حب کے ہوتے ہوئے، عشق کا لفظ استعمال کیا جائے جس کے بارے میں کوئی دور کی کوڑی لانے سے بھی تحسین کا پہلو بہ مشکل نکلتا ہو۔

حبِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا حُسن، اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں مضمر ہے، اسی اتباع سے قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے۔ اور انسان الوہی محبتوں کے ہالے میں آجاتا ہے۔ بس نبی پاک ﷺ کے نقوش پا سے چاندنی سمیٹنا مقصود ہے:

شاید اسی کا نام ہے توہین جستجو
منزل کی ہو تلاش ترے نقش پا کے بعد

یہ غور طلب بات ہے کہ جس کی پیروی سے پیروکار، محبوب رب العٰلمین بن جائیں، خود اس کی محبوبیت کا عالم کیا ہوگا؟ جو فرمادیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے، بس اس کی پیروی مقصود ہے، نہ شک، نہ شبہ، نہ تردد، نہ تامل، نہ تذبذب، نہ ہچکچاہٹ، شک کی ہلکی سی آمیزش سے گم راہی کو غذا ملتی ہے اور انسان بے نام وادیوں میں بھٹک کے رہ جاتا ہے۔ اسلام، نام ہے سر تسلیم خم کردینے کا، اس ذات پاک ﷺ کے پیچھے پیچھے چلنے کا، جس کی بصارت کو، اللہ تعالیٰ نے علم و حکمت کی بصیرتوں سے نواز رکھا ہے۔ اتباع، بلا حکم و فرمان، صرف ''محبانہ جذبوں'' سے پروان چڑھتا ہے، جب کہ اطاعت میں فرمان بھی چاہئے اور اس کی روشنی میں فرماں برداری بھی، قلب و نظر کی بہترین چاہت کے بغیر نہ اتباع میں رعنائی آتی ہے نہ اطاعت میں زیبائی، اتباع دھندلا جائے تو سرکشی ابھرتی ہے، اور اطاعت میں کبیدگی آجائے تو کراہت جنم لیتی ہے، اتباع سنت، قرب الٰہی کی دلیل اور سنت سے دوری، اللہ تعالیٰ سے دوری ہے۔ نبی پاک ﷺ کی سنت سے محبت ہی حضور ﷺ سے محبت ہے اور یہی محبت، کلید جنت ہے۔

یہ شان محبوبیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آیت شریفہ قل ان کنتم الخ میں اتباع سنت کو اپنی اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے درمیان رکھا اور اس کو اپنی محبت اور اپنے پاک رسول ﷺ کی محبت کا معیار اور اس کی علامت قرار دیا۔

اس آیت میں محبت الٰہی کے دعوے داروں کو اطاعتِ رسول ﷺ اور اتباع سیدالابرار کی جانب دعوت دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے بجز اطاعتِ رسول ﷺ کے اور کوئی طریق نہیں۔ قیامت تک کے لئے ''محبوبیت اور مقبولیت'' کا تاج فرق اقدس کے سوا اور کسی کے سر پر زیب

نہیں دیتا۔ وہ جو تقرّب وتالف کے مدارج طے کرنا چاہتے ہیں وہ آئیں اور اطاعت رسول ﷺ کی راہوں پر گامزن ہوں کہ اس کے سوا منزل تک پہنچنے کے لئے کوئی راہ نہیں۔ خدارسی کے تمام ذرائع باطل ہیں اگر ان میں مشکوٰہ نبوت کی روشنی نظر نہیں آتی۔ اگر اطاعتِ رسول ﷺ کا جذبہ دلوں میں موجزن ہے تو پھر اللہ کی محبت ومغفرت بہر حال شامل حال ہے۔

گویا پہلی منزل معرفت کی ہے، آپ ﷺ کے محاسن اور شمائل کی معرفت، آپ کے فضائل اور مراتب کی معرفت، آپ ﷺ کی عظمتوں کی معرفت، آپ کی رعنائیوں کی معرفت، آپ کی عبقریت کی معرفت، جتنی معرفت زیادہ ہوگی، محبت اسی قدر مستحکم اور پائیدار ہوگی اور محبت جس قدر پائیدار اور شدید ہوگی، اطاعت اسی قدر مستحکم بنیادوں پر قائم ہوگی۔

محبت بے بصر اور ارادت بے ثمر ہے جب تک وہ اطاعت کے سانچے میں ڈھل کر سراپا ایثار نہ بن جائے۔ اور ادب پہلا قرینہ ہے محبت کے قرینوں میں۔

ماضی میں اس امر پر زور دیا جاتا رہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صیغہ واحد غائب اور واحد حاضر کے بجائے تعظیمی صیغے استعمال کئے جائیں، یہ بھی کہ مدینۃ النبی کو یثرب نہ کہا جائے، مگر اس امر کی طرف کما حقہ توجہ نہیں دی گئی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ''عشق'' ایسا مذموم اور رکیک لفظ استعمال نہ کیا جائے بل کہ ''حب'' کا لفظ استعمال کیا جائے جس میں تقدس کے انوار جلوہ گر ہیں، کہ یہی لفظ اللہ تعالیٰ کو بھی عزیز ہے اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی، اگر کسی دنیاوی شخصیت نے عشق یا عاشق کا لفظ استعمال کیا ہے تو قرآن وحدیث کے مقابل یہ استعمال کسی طور بھی حجت نہیں ہے۔

حق یہ ہے کہ ادب کے بغیر محبت ایک لفظ ہے بے معنی، ایک جسم ہے بے روح، ایک خاکہ ہے بے رنگ اور ایک پھول ہے بے بُو، رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ادب واحترام اور توصیف وثنا کے تقاضے اتنے کڑے ہیں کہ بہترین سے بہترین پیرایہ اظہار بھی حق ادا نہیں کر سکتا۔

نعت گوئی میں صرف وہی لوگ کام یاب ہوئے ہیں جنہوں نے اپنے دلوں میں محبت رسول ﷺ کی باقاعدہ پرورش کی ہے، اپنی فکر ونظر کی تربیت کی ہے اور قلب وروح کو احتیاط واحترام کا خوگر بنایا ہے، ورنہ جذبات ہمیشہ دامنِ احتیاط چھوڑ کے اِدھر اُدھر نکل جانے کے عادی ہیں۔

نعتِ شہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم شیفتگی چاہتی ہے، آشفتگی نہیں، سپردگی چاہتی ہے، شوریدہ سری نہیں، ہوش چاہتی ہے، بے ہوشی نہیں، تہذیب چاہتی ہے، وحشت نہیں، یادرہے کہ محبت میں اگر وفاداری

وجاںنثاری، تسلیم ورضا، صبر وتحمل، تمکنت ووقار، ادب واحتیاط، حفظِ مراتب اور شعورِ مقامات نہ ہو تو محبت، محبت نہیں رہتی، کچھ اور چیز ہوجاتی ہے، اسی نکتے کو سمجھ کر عرفی نے کہا تھا:

عرفی مشتاب ، ایں رہِ نعت است نہ صحرا ست
آہستہ کہ رہ بردم تیغ است ، قدم را
ہشدار کہ نتواں بیک آہنگ سرودن
نعتِ شہِ کونین ومدیح کے وجم را (ﷺ)

نعت کیا ہے؟ مدح کا دوسرا نام۔ لیکن مدح شہ کونین صلی اللہ علیہ وسلم میں بڑا فرق ہے، ایک مدح صاحبِ تخت وتاج کی ہے، ایک مدح صاحبِ شرح وکتاب، کی ایک تعریف طلاقت لسانی کی طالب ہے اور ایک کی تعریف حق بیانی کی، ایک جگہ مبالغہ ہنر ہے، دوسری جگہ سراسر عیب، ایک جگہ ضرورت سے زیادہ تعریف، شان بڑھا سکتی ہے، دوسری جگہ خلافِ شان ہوجاتی ہے، عرفی کی زبان میں صاحب تخت وتاج کی مدح، صحرا کا گشت ہے، جدھر چاہو بے محابا نکل جاؤ لیکن صاحب شرع وکتاب کی مدح گویا تلوار کی دھار پر چلنا ہے۔ غالب ہوش مند تھا جو یہ کہہ کر خاموش ہوگیا:

غالبؔ ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمد است (ﷺ)

یعنی اصل چیز مرتبہ دانی ہے۔

گر فرقِ مراتب نہ کنی زندیقی

آخر میں حضرت قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوریؒ کی تصنیف رحمۃ للعالمین ﷺ سے ایک اقتباس کہ اس کی بلیغانہ دل پذیریوں میں موضوعِ زیر بحث کی جملہ وسعتیں سمٹ گئی ہیں۔

غزلیات وابیات کے شیدائی لفظ عشق اکثر استعمال کیا کرتے ہیں، قرآن مجید اور احادیث پاک کے ماہرین سے یہ امر مخفی نہیں ہے کہ ہر دو کلام پاک میں لفظ عشق استعمال نہیں ہوا ہے۔ (۱۵)

جب عشق کے معنی ''قسمے از جنون'' ہوئے تو ضروری تھا کہ خدا اور رسول ﷺ کے پاک کلام میں اس لفظ کا استعمال نہ کیا جاتا اور اسے فضائل محمودہ یا محاسن جمیلہ سے شمار نہ کیا جاتا، بے شک قرآن حکیم اور احادیث رسول کریم ﷺ میں لفظ محبت کا استعمال ہوا ہے اور اس سے ثابت ہوا کہ محبت ہی صرف کمال انسانی ہے، محبت اور عشق میں یہ بھی فرق ہے کہ محبت روح کے میلانِ صحیحہ کا نام ہے اور عشق میں اس شرط کا

پایا جانا ضروری نہیں، محبوب وہ ہے جو فی الواقع اپنے کمالات عُلیا کی وجہ سے محبت کئے جانے کے شایاں ہو معشوق وہ ہے جسے کسی نے اچھا سمجھ لیا ہو، محبوب، محبوب ہی ہے خواہ کوئی محبّ پیدا ہو یا نہ ہو، مگر معشوق، معشوق نہیں جب تک اس کا عاشق موجود نہ ہو۔

محبت کے مدارج، محبوب کے مدارج پر منحصر ہیں، محبوب جتنا زیادہ اَسمیٰ اور اعلیٰ ہوگا محبت کا درجہ بھی اسی قدر ارفع اور دائمی ہوگا، محبت کو ذات وصفات محبوب سے جس قدر زیادہ عرفان ہوگا اسی قدر زیادہ استحکام سے اس کا اس کی جانب میلان ہوگا۔

محبت ہی یاس کو دھکیل دینے والی اور مصائب کو خندہ پیشانی کے ساتھ جھیل لینے والی ہے۔ محبت ہی دل کی زندگی اور زندگی کی کامیابی ہے۔

محبت ہی کامیابی کو دوام وبقا کا تاج پہناتی اور پھر اس بقاء کو تختِ ارتقاء پر بٹھاتی ہے۔

ہمارا اعتقاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ صرف محبوب بل کہ حبیب ہیں، یعنی حضور ﷺ کے وہ صفات عالیہ، فضائل متکاثرہ، محاسن جمیلہ اور نعوت رفیعہ، جنہوں نے حضور ﷺ کو حبیبِ خدا اور محبوبِ خلق خدا بنا دیا ہے، ثبات واستقرار رکھتے اور دوام وبقا سے متمکن ہیں کیا کوئی اہل بصر، اہل دل، ایسے محبوب، ایسے محمود، ایسے مصطفیٰ، ایسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر دل وجان سے فدا نہ ہوگا اور اس فدا ہونے کو اپنے لئے غایت شرف اور انتہائی کمال نہ سمجھے گا۔

دعا ہے کہ ہمیں توفیق ملے کہ ہم اللہ تعالیٰ اور نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کریں اور ان کی پسند کو اپنی پسند بنالیں کہ اسی میں دنیاوی اور اُخروی سرخروئی مضمر ہے۔ آمین۔

راقم الحروف کو اپنی فکری کم مائیگی اور علمی لاعلمی کا کماحقہٗ اعتراف ہے، وہ کسی بحث کا دروازہ نہیں کھولنا چاہتا، جو یثرب، عشق، عاشق ایسے الفاظ اور صیغہ واحد حاضر و واحد غائب ضمیریں استعمال کرنا چاہتے ہیں، وہ ان کی اپنی پسند ہے۔

حوالہ جات

۱۔ آل عمران: ۱۴

۲۔ البقرۃ: ۱۶۵

۳۔ الفجر: ۱۷۔۲۰

۴۔ آل عمران: ۳۱

۵۔الذریٰت:۸

۶۔صٓ:۳۱۔۳۲

۷۔یوسف:۳۰

۸۔التوبہ:۲۴

۹۔صحیح البخاری: باب علامة حب الله عز وجل، رقم الحدیث: ٦١٦٨، طبع اول ١٤٢٢، دار طوق النجاة

۱۰۔صحیح البخاری: باب حب رسول الله صلی الله علیه وسلم من الایمان، رقم الحدیث: ١٥، طبع اول ١٤٢٢، دار طوق النجاة

۱۱۔صحیح مسلم، باب بیان انه لا یدخل الجنة الا المؤمنون، رقم الحدیث: ٩٣، طبع: دار احیاء التراث العربی

۱۲۔بحر الفوائد المشهور بمعانی الاخبار للکلاباذی: ١/٢٠، طبع: دار الکتب العلمیة

۱۳۔سنن الترمذی، باب مناقب ابی محمد الحسن بن علی، رقم الحدیث: ٣٧٦٩، طبع ثانی، شرکة مکتبة ومطبعة مصطفی البابی الحلبی، مصر

۱۴۔الاعراف:۱۷۶

۱۵۔ ولا یحفظ عن رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم لفظ العشق فی حدیث صحیح البتة، زادالمعاد، جلد۲،ص۹۶، واضح ہوکہ حدیث، من عشق فعفّ فمات فهو شهید اور حدیث من عشق وکتم وعف وصبر الخ۔ ہردو صحیح نہیں، ابن جوزی نے موضوعات میں ان کا ذکر کیا ہے ان کا راوی صرف سوید بن سعید ہے اور ائمہ حدیث نے اس کی نسبت سخت ترین الفاظ کا استعمال کیا ہے۔

دوسرا مولانا سید زوار حسین شاہ رحمہ اللہ یادگاری خطبہ

اسلامی شریعت، مقاصد وحکمت

ڈاکٹر محمود احمد غازی

صفحات: ۱۱۲ قیمت: ۹۰روپے

زوار اکیڈمی پبلی کیشنز